ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 2024

بشارات النبی کے معاشرتی زندگی پر اثرات: سیرت طیبہ کی روشنی میں

Impacts of Basharat al-Nabi on Societal Life: In the light of Prophetic Seerah

Usman Abbas
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, UET Lahore.
Email: raiusman678@gmail.com
Ali Rizwan shahzad
PhD Scholar Department of Islamic Studies, UET Lahore.
Email: alirizwanlhr@gmail.com
Kainat Kanwal
MPhil Scholar Department of Islamic Studies, UOL Lahore.
Email: kanwalkainat006@gmail.com
Hafiz M Dawood Al Manshavi
Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies, UET Lahore.
hafizdawood99@gmail.com

Abstract:
Islam is the guarantee of our success. It contains orders to scare people and give good news from the beginning to the ending. The Prophet ﷺ took full care of these orders and attitudes while preaching. That is why some people were blessed with special good news from the Prophet ﷺ like Ashra Mubashra. There are aspects of thinking, knowledge and action for us in these good news. These have an impact on our societal lives. In this article, these important aspects of the life of these personalities have been described to become the source of our success. From this article we will know many actions that should be followed like we should love Shariah rules, we should try to do our own work, Shariah punishments should be enforced, No good deed should be despised, Efforts should be made for the rise of Shariah, we should live according to the teachings of the Prophet, we should not worry about poverty, neighbors and daughters should be treated well and the Prophet should be helped at all times in the propagation of Shariah.
Keywords: Basharat al-Nabi, Impacts, Societal life, Prophetic Seerah.

اسلام مکمل اور جامع دین ہے، دین اسلام رشد وہدایت کا باعث ہے، اس میں انسانوں کے فوز وفلاح کا سامان موجود ہے، اس نے آغاز سے ہی لوگوں کو انذار اور بشارات کے درمیان مقید رکھا ہے تاکہ ان کی کامیابی ممکن ہو سکے۔ نبی کریم ﷺ نے تبلیغ کے آغاز سے اختتام تک لوگوں کی نفسیات، اسلام کے بنیادی قوانین اور اہداف ومقاصد کے مطابق طریقہ روا رکھا ہے۔ اس سلسلہ کے دوران لوگوں کے مختلف احوال اور اعمال کی بنیاد پر انہیں نبی کریم ﷺ کی طرف سے مختلف تعلیمات سے نوازا گیا۔ ان تعلیمات میں انذار اور تبشیر دونوں شامل ہیں۔ بعض شخصیات کو کارہائے نمایاں کی انجام دہی پر زبان نبوت سے خصوصی بشارات سے نوازا گیا۔ جن کی سب سے بڑی مثال عشرہ مبشرہ ہیں۔ ان دس شخصیات کے علاوہ مزید شخصیات بھی ہیں جنہیں ان بشارات سے نوازا گیا۔ اس میں قابل غور پہلو یہ ہے کہ ان کے کس عمل یا رویہ کی وجہ سے انہیں اس بشارت سے نوازا گیا ہے اور اس کے ہماری اجتماعی یا معاشرتی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں تاکہ معاشرتی بگاڑ اور خرابیوں سے اجتناب کیا جا سکے۔ اس تحقیقی مقالہ میں انہی چند گوشوں کو سیرت نبویہ کی روشنی میں عیاں کیا ہے کہ امت مسلمہ کی سب سے زیادہ خیر خواہ جماعت صحابہ کرام کی ہے تو ان کی زندگی نے کس اعتبار سے نبی کریم ﷺ کو متاثر کیا ہے کہ انہیں زبان نبوت سے بشارات دی گئی ہیں تاکہ ان کی زندگی کے حسین گوشوں سے مستفید ہو سکیں۔

بشارت کا معنی ومفہوم:

بشارت عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کے معانی ومفاہیم کے لیے عربی زبان وادب اور لغات سے راہ نمائی لی گئی ہے تاکہ درست معنی ومفہوم معلوم ہو سکے۔ ابن درید کہتے ہیں: البشری و البشارة: یہ دونوں اسم ہیں جن کے ذریعے بشارت دی جاتی ہے۔ اور بشارت خوبصورتی اور اچھی صورت وہیئت کو کہتے ہیں اور یہ لفظ عربی زبان میں مصدر ہے[1]۔ ابو منصور محمد بن احمد الازہری لکھتے ہیں: قَالَ الزَّجاجُ: معنى يَبشَرُك يَسُرُّك ويُفرِحُك. بَشَرْتُ الرّجلَ أَبَشرُهُ، إذا فَرَّحتَه، وبِشرَ يبْشَرُ، إذا فَرح[2]

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 2024

زجاج کہتے ہیں: وہ تجھے بشارت دیتا ہے، اس کا مطلب ہے وہ تجھے خوش کرتا ہے اور صاحبِ فرح کرتا ہے۔ میں بشارت دیتا ہوں آدمی کو یاد دوں گا: اس کا مطلب ہے کہ جب تو اس کو خوش کردے اور وہ صاحب بشارت ہے یا ہو گا: اس کا مطلب ہے جب وہ خوش ہو۔ امام جوہری لکھتے ہیں کہ ب ش ر سے البشرة و البشر: انسان کی ظاہری جلد کو کہتے ہیں اور بشرۃ الارض: زمین سے نمودار ہونے والے نباتات وغیرہ کو کہتے ہیں۔ اسی سے بطور اسم البشری، الابشار، التبشیر اور البشارۃ (ب کے ضمہ یا فتحہ یا کسرہ کے ساتھ) استعمال ہوتے ہیں[3]۔ ابن فارس لکھتے ہیں: بَشَرَ: اَلْبَاءُ وَالشِّينُ وَالرَّاءُ أَصْلٌ وَاحِدٌ: ظُهُورُ الشَّيْءِ مَعَ حُسْنٍ وَجَمَالٍ، فَالْبَشَرَةُ ظَاهِرُ جِلْدِ الْإِنْسَانِ، وَالْبَشِيرُ الْحَسَنُ الْوَجْهِ، وَالْبَشَارَةُ الْجَمَالُ، وَيُقَالُ: بَشَّرْتُ فُلَانًا أُبَشِّرُهُ تَبْشِيرًا، وَذَلِكَ يَكُونُ بِالْخَيْرِ، وَرُبَّمَا حُمِلَ عَلَيْهِ غَيْرُهُ مِنَ الشَّرِّ، فَأَمَّا إِذَا أُطْلِقَ الْكَلَامُ إِطْلَاقًا فَالْبِشَارَةُ بِالْخَيْرِ وَالنِّذَارَةُ بِغَيْرِهِ يُقَالُ: أَبْشَرَتِ الْأَرْضُ: إِذَا أَخْرَجَتْ نَبَاتَهَا[4] ب ش ر کا مطلب ہے کہ کسی چیز کا حسن و جمال کے ساتھ ظاہر ہونا۔ البشرۃ انسان کی ظاہری جلد کو کہتے ہیں۔ بشیر اس شخص کو کہتے ہیں جو خوبصورت چہرے کا مالک ہو۔ بشارت خوبصورتی کو کہتے ہیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ میں نے فلاں کو بشارت دی، میں اس کو بشارت دوں گا، بشارت دینا تو یہ اچھے معاملہ کے لیے ہوتا ہے اور بعض اوقات اس کو برے معاملہ پر بھی محمول کیا جاتا ہے۔ لیکن جب مطلق کلام ہو تو اس وقت بشارت اچھے معاملہ یا بھلائی کے لیے اور نذارت برے معاملہ یا برائی وغیرہ کے لیے ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ابشرت الارض: جب زمین اپنے نباتات وغیرہ نمودار کردے۔ ابن منظور لکھتے ہیں: وأتاني أَمْرٌ بَشِرْتُ بِهِ أَي سُرِرْتُ بِهِ. وبَشَرَني فلانٌ بِوَجْهٍ حَسَنٍ أَي لَقِيَني. وَهُوَ حَسَنُ البِشْرِ أَي طَلْقُ الْوَجْهِ. والبِشارَةُ: مَا بُشِّرْتَ بِهِ. والبِشارة: تَباشُرُ الْقَوْمُ بأَمر وتَبَاشَرَ القومُ أَي بَشَّرَ بعضُهم بَعْضًا[5] میرے پاس ایسی خبر یا ایسا معاملہ پہنچا کہ جس سے مجھے بشارت ملی یعنی مجھے راحت ملی۔ اور اسی طرح فلاں شخص مجھے اچھے طریقے سے ملا (یہاں بشرنی بمعنی یقینی ہے) اور اس کا مطلب کشادہ اور کھلے چہرے کے ساتھ کسی کو ملنا۔ اور بشارت کا مطلب ایسی چیز جس کے ذریعے خوش خبری ملتی ہے اسی طرح بشارت کا مطلب یہ بھی ہے کہ قوم کسی اچھے معاملہ کو پہنچی یا انہوں نے کسی اچھے معاملہ کی خبر حاصل کی۔ تباشر القوم یعنی کسی کا کسی کو خوش خبری دینا یا خوشی والی خبر پہنچانا۔ فیروز آبادی لکھتے ہیں: البشارۃ (بکسر الباء): یہ ب ش ر سے اسم ہے اور یہ البشریٰ کی طرح ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز مبشر (خوش خبری دینے والا) عطا کرے یعنی خوش خبری۔ البشارۃ (بفتح الباء): اس کا مطلب حسن و جمال اور خوبصورتی ہے[6]۔ لغوی مباحث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ لفظ بشارت کے حروف اصلی ب ش ر ہیں اور اس مادہ سے مختلف الفاظ اور مختلف ابواب کے تحت مختلف معانی پیدا ہوتے ہیں جبکہ ہمارے موضوع سے متعلقہ لفظ "بشارت" بھی اسی سے ماخوذ ہے جس کے مختلف معانی بیان ہوئے ہیں لیکن جو معنی ہمارے عنوان سے متعلق ہے وہ خوش خبری ہے۔

بشارت کا اصطلاحی مفہوم:

امام جرجانی رقم طراز ہیں: البشارة: كل خبر صدق تتغير به بشرة الوجه، ويستعمل في الخير والشر، وفي الخير أغلب[7] بشارت کا اصطلاحی مطلب یہ ہے کہ ہر ایسی سچی خبر جس کے ساتھ چہرے کی کشادگی تبدیل ہو اور یہ خیر اور شر دونوں میں مستعمل ہے لیکن خیر میں اس کا استعمال زیادہ ہے۔ امام محمد بن علی تھانوی لکھتے ہیں: بشارت کو انگریزی زبان میں Annunciation کہتے ہیں جس کا مطلب ہے اعلان کرنا، اطلاع دینا، اچھے معاملہ کی خبر پہنچانا۔ اور عربی زبان کے مطابق ہر ایسی سچی خبر جو چہرے کی کشادگی کو تبدیل کردے اور اس کا استعمال خیر و شر دونوں میں موجود ہے لیکن خیر میں مستعمل کثیر ہے اس کو بشارت کہتے ہیں[8]۔ دونوں تعریفات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بشارت ایسی خبر اور اطلاع کو کہتے ہیں جو انسان کے چہرے اور طبیعت کو تروتازہ اور خوش و خرم کردے یعنی کہ انسان کو بہت اچھی اور بھلی خبر موصول ہو اس کو بشارت کہتے ہیں لیکن یہ اس صورت میں جب اس کا استعمال مطلق ہو لیکن اگر اس کو شر کے ساتھ مقید ذکر کیا جائے تو پھر یہ شر کی خبر ہو گی لیکن خیر کی نہیں ہو گی۔

بشارات کے اثرات:

1۔ احکاماتِ شریعت پر عمل میں سبقت کی کوشش:

اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو احکامات دینیہ میں سبقت اور پہل کی کوشش کرنی چاہیے جس سے انسان السابقون الاولون لوگوں میں شامل ہو سکتا ہے اور بعض اوقات ہم کسی بڑے اجر کے حق دار بن سکتے ہیں، اس حوالہ سے سیدنا عکاشہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہمارے لیے قابلِ ذکر ہے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: «يَدْخُلُ مِنْ أُمَّتِي الْجَنَّةَ سَبْعُونَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ»، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ، ادْعُ اللهِ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ، قَالَ: «اللهُمَّ اجْعَلْهُ مِنْهُمْ»، ثُمَّ قَامَ آخَرُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، ادْعُ اللهِ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ: «سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ»[9]
ترجمہ: میری اُمت کے ستر ہزار لوگ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے تو ایک آدمی (عکاشہ) نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! دُعا کیجئے کہ میں بھی ان میں سے ہو

جاؤں تو آپ ﷺ نے کہا اے اللہ ! اس کو اُن میں سے کر دے پھر ایک اور آدمی کھڑا ہوا اور اُس نے بھی کہا کہ دُعا کیجئے کہ میں بھی ان میں سے ہو جاؤں تو رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ عکاشتہ تجھ سے سبقت لے گیا ہے۔

اس روایت کے مطابق نبی کریم ﷺ نے صحابہ کے سامنے ان ستر ہزار لوگوں کا تذکرہ کیا جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے جس پر سیدہ عکاشہ رضی اللہ عنہ نے فورا دعا کی درخواست کر دی تو نبی کریم ﷺ نے ان کے لیے ستر ہزار میں شمولیت کی دعا فرما دی تو اس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ اگر ہم معاشرتی طور پر احکامات دینیہ سے لگاؤ پیدا کریں اور ہم سبقت اعمال کی کوشش کریں تو یہ ہمارے لیے کافی بہتر ثابت ہو سکتا ہے جیسا کہ سیدنا عکاشہ رضی اللہ عنہ اس سبقت کی بدولت ان ستر ہزار بغیر حساب کے جنت میں داخل ہونے والوں میں شامل ہو گئے۔

2۔لوگوں سے بے نیاز ہونا:

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں اپنے تمام کام خود سر انجام دینے چاہیے اور لوگوں سے کسی حقیر سے حقیر چیز کا بھی سوال نہیں کرنا چاہیے۔ جس انسان میں یہ صفت پیدا ہو جائے وہ بہت بہترین انسان بن جاتا ہے، اس حوالے سے سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ مولی رسول اللہ ﷺ کا واقعہ ہمارے لیے قابلِ نمونہ ہے۔

سیدنا ابو امامۃ الباھلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جَلَسَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فِي نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِهِ، فَرَفَعَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ، فَقَالَ: «مَنْ يُبَايِعُنِي؟» ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَلَمْ يَقُمْ إِلَيْهِ أَحَدٌ إِلَّا ثَوْبَانُ، فَقَالَ: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي قَدْ بَايَعْنَاكَ مَرَّةً، وَأَنَا أُبَايِعُكَ الثَّانِيَةَ، فَعَلَامَ أُبَايِعُكَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: «عَلَى أَنْ لَا تَسْأَلُوا النَّاسَ شَيْئًا وَلَكُمِ الْجَنَّةَ» . فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنْ أَنَا بَايَعْتُكَ، وَلَمْ أَسْأَلِ النَّاسَ شَيْئًا فَلِيَ الْجَنَّةُ؟ قَالَ: «نَعَمْ، إِنْ شَاءَ اللهُ» . قَالَ: لَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، لَا أَسْأَلُ شَيْئًا مَا بَقِيتُ فِي الدُّنْيَا[10] ترجمہ: حضور نبی کریم ﷺ ایک دن اپنے صحابہ کی جماعت میں تشریف فرما تھے کہ آپ ﷺ نے اپنا دستِ اقدس بلند کر کے فرمایا: کون شخص میری بیعت کرے گا؟ آپ ﷺ نے یہ ارشاد تین مرتبہ دہرایا۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی نہیں اُٹھا۔ انہوں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں، ہم نے ایک بار آپ ﷺ سے بیعت کی ہوئی ہے۔ اب میں دوسری مرتبہ آپ ﷺ سے بیعت کرتا ہوں مگر اب میں کس چیز کی بیعت کروں؟ یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا: اس بات پر کہ تم کسی سے کوئی چیز نہیں مانگو گے، اس وجہ سے تمہارے لیے جنت کا وعدہ ہے۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول ﷺ اگر میں آپ ﷺ سے اس امر پر بیعت کروں کہ میں لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہیں کروں گا تو کیا مجھے جنت نصیب ہو گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! ان شاء اللہ۔ انہوں نے عرض کیا: اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! میں جب تک دنیا میں زندہ رہوں گا اب کسی سے کسی چیز کا سوال نہیں کروں گا۔

اس روایت کے مطابق نبی کریم ﷺ نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کو یہ تلقین کی کہ تم میری بیعت اس شرط پر کرو کہ تم لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہیں کرو گے تو تمہارے لیے جنت ہے۔ تو اس پر سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ نے اس بات پر نبی کریم ﷺ کی بیعت کر لی۔ اس میں ہماری معاشرتی زندگی پر یہ اثرات مرتب ہوتے ہیں کہ ہمیں بطور انسان اپنے معاملات اور امور خود نمٹانے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ اس پر بہت بڑے اجر کی خوش خبری سنائی گئی ہے۔

3۔حدود اللہ کا نفاذ:

اس سے مراد یہ ہے کہ اگر انسان سے کوئی ایسا جرم سرزد ہو جائے جس پر کوئی شرعی حد نافذ ہوتی ہو اور انسان اس جرم کا اقرار کر کے حد نافذ کروالے تو یہ اس کی آخرت کے اعتبار سے اور معاشرے سے جرائم کی روک تھام یا کمی کے اعتبار سے بہت بہتر ہے اس حوالہ سے سیدنا ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ اور جہینہ قبیلے کی عورت کے واقعات ہمارے لیے قابلِ نمونہ ہیں۔

سیدنا بریدۃ بن الحصیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ جَاءَ مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، طَهِّرْنِي، فَقَالَ: «وَيْحَكَ، ارْجِعْ فَاسْتَغْفِرِ اللهَ وَتُبْ إِلَيْهِ»، قَالَ: فَرَجَعَ غَيْرَ بَعِيدٍ، ثُمَّ جَاءَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، طَهِّرْنِي، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَيْحَكَ، ارْجِعْ فَاسْتَغْفِرِ اللهَ وَتُبْ إِلَيْهِ»، قَالَ: فَرَجَعَ غَيْرَ بَعِيدٍ، ثُمَّ جَاءَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، طَهِّرْنِي، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مِثْلَ ذَلِكَ حَتَّى إِذَا كَانَتِ الرَّابِعَةُ، قَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ: «فِيمَ أُطَهِّرُكَ؟» فَقَالَ: مِنَ الزِّنَى، فَسَأَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَبِهِ جُنُونٌ؟» فَأُخْبِرَ أَنَّهُ لَيْسَ بِمَجْنُونٍ، فَقَالَ: «أَشَرِبَ خَمْرًا؟» فَقَامَ رَجُلٌ فَاسْتَنْكَهَهُ، فَلَمْ يَجِدْ مِنْهُ رِيحَ خَمْرٍ، قَالَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَزَنَيْتَ؟» فَقَالَ: نَعَمْ، فَأَمَرَ بِهِ فَرُجِمَ، فَكَانَ النَّاسُ فِيهِ فِرْقَتَيْنِ، قَائِلٌ يَقُولُ: لَقَدْ هَلَكَ، لَقَدْ أَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ، وَقَائِلٌ يَقُولُ: مَا تَوْبَةٌ أَفْضَلَ مِنْ تَوْبَةِ مَاعِزٍ، أَنَّهُ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَ يَدَهُ فِي يَدِهِ، ثُمَّ قَالَ: اقْتُلْنِي بِالْحِجَارَةِ، قَالَ: فَلَبِثُوا بِذَلِكَ يَوْمَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً، ثُمَّ جَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ جُلُوسٌ، فَسَلَّمَ ثُمَّ جَلَسَ، فَقَالَ: «اسْتَغْفِرُوا لِمَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ»، قَالَ: فَقَالُوا: غَفَرَ اللهُ لِمَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ،

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 2024

فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ أُمَّةٍ لَوَسِعَتْهُمْ»[11] ترجمہ: حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! مجھے پاک کر دیجیے، آپ ﷺ نے فرمایا: افسوس ہے تجھ پر! لوٹ جاؤ، اللہ تعالیٰ سے توبہ استغفار کرو۔ وہ تھوڑی دور جا کر پلٹ آئے اور پھر عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! مجھے پاک کر دیجیے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے پھر ایسے فرمایا، یہاں تک کہ چوتھی بار ان کے کہنے پر آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں کس چیز سے پاک کروں؟ انہوں نے عرض کیا: بدکاری سے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کے متعلق پوچھا: کیا یہ دیوانہ ہے؟ آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ وہ پاگل نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیا اس نے شراب پی ہے؟ تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر ان کا منہ سونگھا، مگر اس سے شراب کی بدبو محسوس نہیں کی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے بدکاری کی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں! پھر آپ ﷺ نے ان کو رجم کرنے کا حکم دیا۔ بعد میں حضرت ماعز رضی اللہ عنہ بن مالک الاسلمی کے متعلق لوگوں کی دو آراء ہو گئیں۔ بعض کہتے تھے کہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ ہلاک ہو گئے اور اس گناہ نے انہیں گھیر لیا ہے، بعض کہتے تھے کہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کی توبہ سے افضل کسی کی توبہ نہیں ہے، کیوں کہ وہ حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں خود حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کے دستِ اقدس میں اپنا ہاتھ رکھ کر عرض کیا: مجھے پتھروں سے مار ڈالیے۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ دو تین دن صحابہ میں ہی اختلاف رہا، پھر ایک دن صحابہ کرام بیٹھے تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے، آپ ﷺ سلام کرنے کے بعد ان کے ساتھ تشریف فرما ہوئے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ماعز بن مالک کے لیے استغفار کرو، صحابہ کرام نے دعا کی: اللہ تعالیٰ ماعز بن مالک کی مغفرت فرمائے۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ماعز نے ایسی توبہ کی ہے اگر اس کو پوری قوم پر بھی تقسیم کر دیا جائے تو اسے کافی ہے۔

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: أَنَّ امْرَأَةً مِنْ جُهَيْنَةَ أَتَتْ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ حُبْلَى مِنَ الزِّنَى، فَقَالَتْ: يَا نَبِيَّ اللهِ، أَصَبْتُ حَدًّا، فَأَقِمْهُ عَلَيَّ، فَدَعَا نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِيَّهَا، فَقَالَ: «أَحْسِنْ إِلَيْهَا، فَإِذَا وَضَعَتْ فَأْتِنِي بِهَا»، فَفَعَلَ، فَأَمَرَ بِهَا نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَشُكَّتْ عَلَيْهَا ثِيَابُهَا، ثُمَّ أَمَرَ بِهَا فَرُجِمَتْ، ثُمَّ صَلَّى عَلَيْهَا، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: تُصَلِّي عَلَيْهَا يَا نَبِيَّ اللهِ وَقَدْ زَنَتْ؟ فَقَالَ: «لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ سَبْعِينَ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ لَوَسِعَتْهُمْ، وَهَلْ وَجَدْتَ تَوْبَةً أَفْضَلَ مِنْ أَنْ جَادَتْ بِنَفْسِهَا لِلَّهِ تَعَالَى؟»[12] ترجمہ: قبیلہ جہینہ کی ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اس حالت میں کہ وہ بدکاری کی وجہ سے حاملہ ہو چکی تھی اس نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں نے وہ جرم کیا ہے جس پر حد قائم ہوتی ہے، آپ ﷺ مجھ پر حد قائم فرمائیں، نبی کریم ﷺ نے اس کے سرپرست کو بلوایا اور فرمایا کہ اس کی اچھی طرح نگہداشت کرو اور جب وضع حمل ہو جائے تو اس کو میرے پاس لے آنا، اس نے ایسا ہی کیا، پھر حضور اکرم ﷺ نے اس کے کپڑے مضبوطی سے باندھنے کا حکم صادر فرمایا (تاکہ اس کی بے پردگی نہ ہو) پھر آپ ﷺ کے حکم سے اسے رجم کر دیا گیا پھر آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھا رہے ہیں حالانکہ اس نے بدکاری کا ارتکاب کیا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اس کو مدینہ کے ستر آدمیوں پر تقسیم کر دیا جائے تو (بخشش اور جنت کے لیے) انہیں کافی ہو گی، کیا تم نے اس سے افضل کوئی توبہ دیکھی ہے کہ توبہ کرنے والی نے خود اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا ہو۔

ان دونوں روایات سے ہمارے معاشرے کے لیے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اقبالِ جرم کے بعد اقرارِ جرم اور پھر اس پر شرعی سزا اور حدود اللہ کا نفاذ ہمارے معاشرے کے اطمینان و سکون کے لیے بہت اہم ہے اور اس سے درست نتائج بر آمد ہوتے ہیں جو ہماری معاشرتی زندگی پر اثرات مرتب کرتے ہیں۔

4۔ معاشرہ میں سے کسی کا عمل صالح کی گواہی دینا:

اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی انسان کی کامیابی اور نجات کے لیے معاشرہ میں سے کسی ایک فرد کا اس کے بارے میں کسی عملِ صالح کی گواہی دینا بھی باعثِ نجات ہو سکتا ہے ،اس حوالہ سے اللہ کی راہ میں پہرہ دینے والے آدمی کا واقعہ قابلِ ذکر ہے۔

ابن عائذ راوی کہتے ہیں: خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنَازَةِ رَجُلٍ فَلَمَّا وُضِعَ، قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُعَنْهُ: لَا تُصَلِّ عَلَيْهِ يَا رَسُولَ اللهِ، فَإِنَّهُ رَجُلٌ فَاجِرٌ، فَالْتَفَتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى النَّاسِ، فَقَالَ: " هَلْ رَآهُ أَحَدٌ مِنْكُمْ عَلَى عَمَلِ الْإِسْلَامِ؟ " فَقَالَ رَجُلٌ: نَعَمْ، يَا رَسُولَ اللهِ، حَرَسَ لَيْلَةً فِي سَبِيلِ اللهِ، فَصَلَّى عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَحَثَى عَلَيْهِ التُّرَابَ، وَقَالَ: " أَصْحَابُكَ يَظُنُّونَ أَنَّكَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، وَأَنَا أَشْهَدُ أَنَّكَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ ". وَقَالَ: " يَا عُمَرُ إِنَّكَ لَا تَسْأَلُ عَنْ أَعْمَالِ النَّاسِ، وَلَكِنْ تَسْأَلُ عَنِ الْفِطْرَةِ "[13] ترجمہ: رسول اللہ ﷺ ایک شخص کا جنازہ پڑھانے کے لیے تشریف لائے۔ جب وہ میت رکھی گئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اس کا جنازہ پڑھائیں، یہ شخص گناہ گار تھا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: کیا تم میں سے کسی نے اسے کوئی اسلامی عمل کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ ایک صحابی نے عرض کیا: جی ہاں! یارسول اللہ ﷺ! اس نے ایک رات اللہ کی راہ میں پہرہ دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کا جنازہ نہ پڑھایا اور اس کی قبر پر مٹی بھی ڈالی اور پھر فرمایا: تیرے ساتھی گمان

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 2024

کرتے ہیں کہ تو دوزخی ہے جب کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو جنتی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمر رضی اللہ عنہ! تجھ سے لوگوں کے اعمال کے بارے میں سوال نہیں ہو گا بلکہ تجھ سے فطرت یعنی دین اسلام میں کیے ہوئے اعمال کے بارے میں سوال ہو گا۔

اس روایت کے مطابق نبی کریم ﷺ کسی نامعلوم شخص کا جنازہ پڑھانے لگے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے روکا تو آپ ﷺ نے اس کے بارے کسی عمل صالح کا سوال کیا تو لوگوں کی گواہی پر آپ ﷺ نے اس کا جنازہ پڑھا دیا، اس واقعہ سے ہماری معاشرتی زندگی پر یہ اثرات مرتب ہوتے ہیں کہ انسان کے بارے اس کے معاشرے کی گواہی کس قدر اہم ہے لہذا ہمیں اس کا خیال رکھنے کی ضرورت ہے۔

5۔ عملِ قلیل پر اجر کثیر کا ملنا:

اس سے مراد یہ ہے کہ بعض دفعہ انسان خلوصِ نیت سے انسانی نظر کے مطابق کوئی حقیر عمل کرتا ہے یا عمل کی دنیا میں معمولی اعمال ہی کیے ہوتے ہیں کہ اس کو موت کا ذائقہ چکھنا پڑتا ہے تو اس کے یہ کم اعمال ہی اس کی نجات کا باعث بن سکتے ہیں، اس حوالے سے سیدنا اصیرم بنی عبد الاشہل رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہمارے لیے قابلِ ذکر ہے۔

ابو اسحاق سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں سیدنا براء بن عازب کو فرماتے ہوئے سُنا: أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ مُقَنَّعٌ بِالحَدِيدِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أُقَاتِلُ أَوْ أُسْلِمُ؟ قَالَ: أَسْلِمْ، ثُمَّ قَاتِلْ، فَأَسْلَمَ، ثُمَّ قَاتَلَ، فَقُتِلَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَمِلَ قَلِيلًا وَأُجِرَ كَثِيرًا[14] ترجمہ: ایک شخص اللہ کے نبی ﷺ کے پاس (جنگ کے دن) لوہے کا لباس پہن کر حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں جنگ کروں یا مسلمان ہو جاؤں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ پہلے مسلمان ہو جاؤ پھر لڑائی (جنگ) کرنا تو وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوا پھر جنگ میں شریک ہوا تو وہ شہید کر دیا گیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس نے عمل بہت کم کیا ہے لیکن اجر بہت زیادہ لے گیا ہے۔

اس روایت کے مطابق سیدنا اصیرم رضی اللہ عنہ حالتِ جنگ میں ہی حاضر ہوئے اور کلمہ پڑھ کر جنگ میں شریک ہو کر عملِ قلیل پر اجر کثیر کے حقدار قرار پائے۔ اس میں ہماری معاشرتی زندگی پر یہ اثر مرتب ہوتا ہے کہ ہمیں اعمال کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے، چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی ترجیحا کرنا چاہیے کیونکہ کسی بھی پر خلوص عمل پر بہت بڑے اجر کے حق دار بن سکتے ہیں۔

6۔ دنیا میں ممنوع کا ارتکاب یا آخرت میں جنت کا حصول:

اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان یا تو دنیا میں حرام کاری کرے اور دنیا میں حرام کردہ چیزوں کو اپنا لے یا پھر صبر کر کے ان کو چھوڑ کر آخرت میں جنت کا حق دار بن جائے اس حوالہ سے سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ أُهْدِيَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَوْبُ حَرِيرٍ، فَجَعَلْنَا نَلْمُسُهُ وَنَتَعَجَّبُ مِنْهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَتَعْجَبُونَ مِنْ هَذَا» قُلْنَا: نَعَمْ، قَالَ: «مَنَادِيلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فِي الجَنَّةِ خَيْرٌ مِنْ هَذَا»[15] ترجمہ: نبی کریم ﷺ کو ریشمی لباس بطور ہدیہ (تحفہ) پیش کیا گیا تو ہم اسے چھو کر مسل کر اس پر تعجب کرنے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم اس سے تعجب کر رہے ہو ہم نے عرض کی: جی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: جنت میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے رومال اس ریشم سے کئی درجہ بہتر ہیں۔

اس روایت کے مطابق نبی کریم ﷺ کو ریشمی جبہ بطور ہدیہ پیش کیا گیا جو کہ مرد کے لیے ریشم دنیا میں حرام ہے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمہیں اس بات پر تعجب محسوس ہو گا کہ آخرت میں یعنی جنت میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا رومال اس دنیاوی ریشمی جبہ سے کئی درجہ بہتر ہو گا تو اس سے ہماری معاشرتی زندگی پر یہ اثر مرتب ہوتا ہے کہ ہمیں حرام کے ارتکاب سے محفوظ رہنا چاہیے اور ہمیں حلال کو اختیار کرنا چاہیے کیونکہ اس کا اجر جنت کی صورت میں مل سکتا ہے۔

7۔ دین کے لیے تکالیف برداشت کرنا اور اس پر صبر و استقامت کا مظاہرہ کرنا:

اس سے مراد یہ ہے کہ انسان دین کو قبول کرے یا دین کی تبلیغ کرے یا دین کو بطور مذہب نافذ کرے اور اس کے نتائج کے طور پر انسان کو جو تکالیف و مصائب درپے ہوں، ان کو برداشت کرے، حوصلہ رکھے اور صبر و تحمل سے کام لے اور اپنے مشن کو صبر و استقامت سے جاری رکھے تو یہ انسان کے لیے بہت بڑے اجر کا باعث ہے، اس حوالہ سے آلِ یاسر کے واقعات ہمارے قلوب و اذہان کو منور کرنے کے لیے کافی ہے۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ كَانَ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ وَأَبُوهُ وَأُمُّهُ أَهْلَ بَيْتِ إِسْلَامٍ، وَكَانَ بَنُو مَخْزُومٍ يُعَذِّبُونَهُمْ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «صَبْرًا يَا آلَ يَاسِرٍ، فَإِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْجَنَّةُ»[16] ترجمہ: عمار بن یاسر اور ان کے والدین نے اسلام قبول کر لیا اور بنو مخزوم انہیں تکالیف اور مصاب پہنچاتے تھے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے آلِ یاسر! صبر کرو، تمہارا ٹھکانہ جنت ہے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 2024

اس روایت کے مطابق آلِ یاسر کو اسلام قبول کرنے پر شدید مصائب و مشکلات کا سامنا کرنا پڑا جس پر نبی کریم ﷺ نے انہیں صبر کے ساتھ جنت کی بشارت دی تو اس میں ہماری معاشرتی زندگی پر یہ اثرات مرتب ہوتے ہیں کہ ہمیں بطور معاشرہ اور قوم دینِ اسلام کی سربلندی اور خدمت کے لیے پہنچنے والے مصائب و مشکلات پر صبر کرنا چاہیے کیونکہ اس کا اجر بہت بڑا ہے۔

8۔نبی کریم ﷺ کی خصوصی دعائیں:

اس سے مراد یہ ہے کہ ہمیں وہ اعمال کرنے چاہیے جن پر نبی کریم ﷺ کی خصوصی دعائیں موجود ہیں اس حوالے سے ہمارے لیے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا واقعہ قابلِ ذکر ہے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں: جَاءَتْ بِي أُمُّ سُلَيْمٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا غُلَامٌ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أُنَيْسٌ ادْعُ لَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اللَّهُمَّ أَكْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ وَأَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ»قَالَ: فَلَقَدْ رَأَيْتُ اثْنَتَيْنِ وَأَنَا أَرْجُو الثَّالِثَةَ[17] ترجمہ: میری والدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لائیں اور میں کم عمر تھا تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! پیارے انس کے لیے اللہ سے دعا کی درخواست ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا دی: اے اللہ! اس کے مال اور اولاد میں اضافہ فرما اور اس کو جنت میں داخلہ عنایت فرما۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے پہلی دو چیزیں دیکھ لی ہیں (پہلی دونوں چیزیں وافر موجود ہیں) اور تیسری چیز کی امید ہے (وہ بھی ضرور ہو گی اور وہ جنت ہے)۔

اس روایت کے مطابق نبی کریم ﷺ کی خدمت کرنے پر اور آپ ﷺ کی بات ماننے پر جب سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی والدہ نے نبی کریم ﷺ سے ان کے لیے دعا کی درخواست کی تو نبی کریم ﷺ نے ان کے لیے خصوصی دعا فرمائی جس کی بنا پر ان کے مال، اولاد اور عمر میں کافی برکت ہوئی اور لوگوں نے اس برکت کا خصوصی مشاہدہ بھی کیا تو اس میں ہماری معاشرتی زندگی پر یہ اثر مرتب ہوتا ہے کہ ہمیں نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کرنی چاہیے تاکہ ہم بھی دعاء النبی کے حق دار بن سکیں۔

9۔فقیری جنت میں جلدی داخلے کا باعث:

اس کا مطلب یہ ہے کہ جس کے پاس جتنا دنیاوی مال و متاع کم ہو گا، اتنا ہی قیامت کے روز حساب کتاب جلدی ہو گا اور جنت میں داخلہ بھی جلدی نصیب ہو گا، اس حوالہ سے فقراء مہاجرین کا واقعہ ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِينَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَائِهِمْ بِخَمْسِمِائَةِ سَنَةٍ[18] ترجمہ: فقراء مہاجرین جنت میں امیروں سے پانچ سو سال پہلے داخل ہوں گے۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں:

اشْتَكَى فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِينَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَا فَضَّلَ اللَّهُ بِهِ عَلَيْهِمْ أَغْنِيَاءَهُمْ، فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الْفُقَرَاءِ أَلَا أُبَشِّرُكُمْ أَنَّ فُقَرَاءَ الْمُؤْمِنِينَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَائِهِمْ بِنِصْفِ يَوْمٍ، خَمْسِمِائَةِ عَامٍ ثُمَّ تَلَا مُوسَى هَذِهِ الْآيَةَ: وَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ[19]، [20] ترجمہ: فقراء مہاجرین نے نبی کریم ﷺ کو امراء پر اللہ کے فضل اور احسان کی شکایت کی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے فقراء کی جماعت! کیا میں تمہیں خوش خبری نہ دوں؟ فقراء مومنین جنت میں امراء سے پانچ سو سال پہلے داخل ہوں گے پھر موسی راوی نے یہ آیت پڑھی: اور بے شک تیرے رب کے ہاں وہ دن ایک ہزار سال کا ہو گا جسے تم شمار کرتے ہو۔

ان روایات کے مطابق فقراء، مہاجرین اور مسلمان اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے تو اس میں ہماری معاشرتی زندگی پر یہ اثرات مرتب ہوتے ہیں کہ ہم فقیری کی حالت میں بے فکر رہیں، کیونکہ انہوں نے آخرت میں بہت کچھ حاصل کر لیا ہے اور وہ یہ کہ انہوں نے امراء اور اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے جنت میں جانا ہے جو بہت بڑا اعزاز ہے۔

10۔تعلیم، تبلیغ اور تعمیلِ دین:

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا دین سیکھنے کے لیے وقت دینا اور پھر اس سیکھے ہوئے پر عمل کرنے کا عزم مصمم کرنا اور اس کی تبلیغ بھی کرنا۔ یہ تمام امور بہت بڑے اجر کا باعث ہیں اس حوالے سے نبی کریم ﷺ کے پاس آنے والے وفد عبد القیس رضی اللہ عنہم کا واقعہ بڑا قابلِ غور ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں:إِنَّ وَفْدَ عَبْدِ القَيْسِ لَمَّا أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنِ القَوْمُ؟ - أَوْ مَنِ الوَفْدُ؟ -» قَالُوا: رَبِيعَةُ. قَالَ: «مَرْحَبًا بِالقَوْمِ، أَوْ بِالوَفْدِ، غَيْرَ خَزَايَا وَلاَ نَدَامَى»، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا لاَ نَسْتَطِيعُ أَنْ نَأْتِيكَ إِلَّا فِي الشَّهْرِ الحَرَامِ، وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكَ هَذَا الحَيُّ مِنْ كُفَّارِ مُضَرَ، فَمُرْنَا بِأَمْرٍ فَصْلٍ، نُخْبِرْ بِهِ مَنْ وَرَاءَنَا، وَنَدْخُلْ بِهِ الجَنَّةَ، وَسَأَلُوهُ عَنِ الأَشْرِبَةِ: فَأَمَرَهُمْ بِأَرْبَعٍ، وَنَهَاهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ، أَمَرَهُمْ: بِالإِيمَانِ بِاللَّهِ وَحْدَهُ، قَالَ: «أَتَدْرُونَ مَا الإِيمَانُ بِاللَّهِ وَحْدَهُ» قَالُوا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: «شَهَادَةُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَإِقَامُ الصَّلاَةِ، وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ، وَصِيَامُ رَمَضَانَ، وَأَنْ تُعْطُوا مِنَ المَغْنَمِ الخُمُسَ» وَنَهَاهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ: عَنِ الحَنْتَمِ وَالدُّبَّاءِ وَالنَّقِيرِ وَالمُزَفَّتِ "، وَرُبَّمَا قَالَ: «المُقَيَّرِ» وَقَالَ: «احْفَظُوهُنَّ وَأَخْبِرُوا بِهِنَّ مَنْ وَرَاءَكُمْ»[21] ترجمہ: بے شک وفد عبدالقیس جب نبی کریم ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے پوچھا: کون سا وفد ہے یا کون سی قوم ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: ربیعہ ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: قوم یا وفد کو خوش آمدید کہتا ہوں نہ ہی کوئی ذلت و پریشانی ہو اور نہ ہی کوئی پشیمانی تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! ہم آپ ﷺ کے پاس صرف حرمت والے مہینوں میں ہی آسکتے ہیں کیونکہ ہمارے اور آپ کے درمیان راستے میں مضر کفار قبیلہ موجود ہے، تو آپ ہمیں ایسے تفصیلی احکامات کا حکم دیں کہ ہم اپنے پیچھے والوں کو بھی خبر دے سکیں اور جن کے ذریعہ ہم جنت میں داخل ہو جائیں اور انہوں نے اشربہ کے متعلق بھی سوال کیا تو نبی کریم ﷺ نے ان کو چار چیزوں کا حکم دیا اور چار چیزوں سے منع فرمایا۔ آپ ﷺ نے ان کو ایک اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیا اور آپ ﷺ نے کہا کہ جانتے ہو کہ ایک اللہ پر ایمان لانا کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے یکتا معبود ہونے کی گواہی دینا اور محمد ﷺ کے نبی ہونے کی گواہی دینا اور نماز قائم کرنا اور زکوۃ ادا کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا اور مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ اللہ کی راہ میں دینا۔ اور آپ ﷺ نے ان کو چار چیزوں سے منع فرمایا: سبز کدو کا شراب والا برتن، جلدی شراب اور نشہ آور چیز بنانے والا برتن، مسکر نبیذ بنانے والا برتن اور تارکول کا برتن اور اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: تم ان کو یاد کرلو اور جو تمہارے پیچھے لوگ ہیں انہیں بھی اس بارے میں خبر دو۔

اس روایت کے مطابق وفد عبدالقیس مختصر وقت کے لیے حاضر ہوا اور دین کی ابتدائی تعلیم حاصل کی اور پھر اس کی تبلیغ اور اس پر عمل کا عزم مصم کر کے گئے، جس کی بنیاد پر انہیں جنت کی بشارت دی گئی۔ اس میں ہماری معاشرتی زندگی پر یہ اثرات مرتب ہوتے ہیں کہ ہمیں بھی تعلیمِ دین، تبلیغِ دین اور پھر تعمیلِ دین کا شوق رکھنا چاہیے اور پھر اس کے لیے وقت بھی نکالنا چاہیے تاکہ ہم بھی ان خوش نصیبوں میں شامل ہو سکیں۔

11۔ہمسایوں سے حسنِ سلوک کرنا:

اس سے مراد یہ ہے کہ اپنے قرب وجوار رہنے والے لوگوں، ہم پیشہ لوگوں سے حسن سلوک سے پیش آنا، ان کا خیال رکھنا، ان کی ضروریات کو سمجھنا اور ان سے اچھے طریقے سے پیش آنا، انسان کے لیے بہت بڑے اجر کا باعث ہے اور ان کے ساتھ برا سلوک کرنا بہت بڑے نقصان کا باعث ہے، اس حوالہ سے ایک عورت کا واقعہ قابلِ ذکر ہے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں:أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ فُلَانَةَ ذَكَرَ مِنْ كَثْرَةِ صَلَاتِهَا، غَيْرَ أَنَّهَا تُؤْذِي بِلِسَانِهَا قَالَ: «فِي النَّارِ»، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ فُلَانَةَ ذَكَرَ مِنْ قِلَّةِ صَلَاتِهَا وَصِيَامِهَا، وَأَنَّهَا تَصَدَّقَتْ بِأَثْوَارِ أَقِطٍ، غَيْرَ أَنَّهَا لَا تُؤْذِي جِيرَانَهَا، قَالَ: «هِيَ فِي الْجَنَّةِ»[22] ترجمہ: ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ کے سامنے ایک خاتون کا ذکر کیا کہ وہ بہت نماز روزہ کرتی ہے لیکن اپنی زبان سے لوگوں کی ایذارسانی کرتی ہے تو رسول ﷺ نے فرمایا: وہ جہنمی ہے۔ پھر اس شخص نے ایک دوسری عورت کا ذکر کیا کہ وہ نماز، روزہ بس لائق گزارہ کرتی ہے لیکن اپنے پڑوسیوں کو تکلیف نہیں دیتی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ جنتی ہے۔

اس روایت کے مطابق لوگوں کا خاص طور پر ہمسایوں سے حسن سلوک کرنا اگرچہ اس کے ساتھ عبادات میں کچھ نقص یا کمی واقع ہو جائے لیکن یہ چیز پھر بھی انسان کے لیے اجر عظیم یعنی جنت کا باعث ہے۔ تو اس سے ہماری معاشرتی زندگی پر یہ اثر مرتب ہوتا ہے کہ ہمیں ہمسایوں سے حسن سلوک کرنا چاہیے اور ان سے اچھے طریقے سے پیش آنا چاہیے، ان کا خیال رکھنا چاہیے کیونکہ یہ انسان کے لیے بہت بڑے اجر کا باعث ہے۔

12۔بیٹیوں سے حسنِ سلوک کرنا اور ان کا خصوصی خیال رکھنا:

اس سے مراد یہ ہے کہ بیٹیوں کی اچھی پرورش کرنے والا، ان کے معاملے میں اللہ سے ڈرنے والا، ان کی ضروریات کو سمجھنے والا، اپنی ضروریات پر ان کی ضروریات کو ترجیح دینے والا، ان کے لیے نبی کریم ﷺ نے بہت بڑے اجر یعنی جنت کو بیان کیا ہے اس حوالہ سے مسکین عورت کا واقعہ قابلِ ذکر ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں:جَاءَتْنِي مِسْكِينَةٌ تَحْمِلُ ابْنَتَيْنِ لَهَا، فَأَطْعَمْتُهَا ثَلَاثَ تَمَرَاتٍ، فَأَعْطَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا تَمْرَةً، وَرَفَعَتْ إِلَى فِيهَا تَمْرَةً لِتَأْكُلَهَا، فَاسْتَطْعَمَتْهَا ابْنَتَاهَا، فَشَقَّتِ التَّمْرَةَ، الَّتِي كَانَتْ تُرِيدُ أَنْ تَأْكُلَهَا بَيْنَهُمَا، فَأَعْجَبَنِي شَأْنُهَا، فَذَكَرْتُ الَّذِي صَنَعَتْ

لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «إِنَّ اللهَ قَدْ أَوْجَبَ لَهَا بِهَا الْجَنَّةَ، أَوْ أَعْتَقَهَا بِهَا مِنَ النَّارِ»[23] ترجمہ: میرے پاس ایک مسکین عورت اپنی بیٹیوں کو اٹھاتے ہوئے آئی تو میں نے اس کو تین کھجوریں کھانے کے لیے دیں، تو اس نے دونوں بیٹیوں کو ایک ایک کھجور دے دی اور ایک کھجور اس نے کھانے کے لیے اپنے منہ کی طرف بلند کی تو اس کی بیٹیاں اس کی طرف دیکھنے لگیں تو اس عورت نے اپنی ایک کھجور کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا اور ان دونوں کو کھانے کے لیے دے دی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے اس کا یہ معاملہ بڑا تعجب والا لگا تو میں نے نبی کریم ﷺ کے سامنے اس قصہ کو ذکر کیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس عورت پر اس عمل کی وجہ سے جنت واجب کر دی یا آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے اس کو جہنم سے آزاد کر دیا ہے۔

اس روایت کے مطابق سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا اس مسکین عورت کے معاملے کو نبی کریم ﷺ کے پاس بیان کرنا اس نے اپنے حصہ کی کھجور بھی تقسیم کر کے اپنی دو بیٹیوں میں تقسیم کر دی تو اس پر نبی کریم ﷺ کا اس کو جنتی قرار دینا۔ اس میں ہماری معاشرتی زندگی پر یہ اثرات مرتب ہوتے ہیں کہ ہمیں بیٹیوں سے حسن سلوک کرنا چاہیے، ان سے زندگی کے ہر لمحہ انس و محبت اور شفقت والا معاملہ کرنا چاہیے کیونکہ اس کا اجر جنت ہے۔

13۔ توحید کا اقرار کرنا اور نبی کریم ﷺ کی مدد کرنا:

اس کا مطلب یہ ہے کہ کفر و شرک ترک کر کے دائرہ اسلام میں داخل ہونا اور دین کے ہر معاملے میں اعانتِ رسول ﷺ کا معاملہ روا رکھنا چاہیے۔ اس پر اجر عظیم بیان کیا گیا ہے اس حوالہ سے اہلِ بیعت عقبہ ثانیہ کا واقعہ نا قابلِ فراموش ہے۔

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: حَمَلَنِي خَالِي جَدُّ بْنُ قَيْسٍ فِي السَّبْعِينَ رَاكِبًا الَّذِينَ وَفَدُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ مِنْ قِبَلِ الْأَنْصَارِ , فَخَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ عَمُّهُ الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ , فَقَالَ: «يَا عَمِّ , خُذْ عَلَى أَخْوَالِكَ» , فَقَالَ لَهُ السَّبْعُونَ: يَا مُحَمَّدُ , سَلْ لِرَبِّكَ وَلِنَفْسِكَ مَا شِئْتَ , فَقَالَ: «أَمَّا الَّذِي أَسْأَلُكُمْ لِرَبِّي فتعبُدُوهُ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا , وَأَمَّا الَّذِي أَسْأَلُكُمْ لِنَفْسِي فَتَمْنَعُونِي مَا تَمْنَعُونَ مِنْهُ أَنْفُسَكُمْ» قَالُوا: فَمَا لَنَا إِذَا فَعَلْنَا ذَلِكَ؟ قَالَ: «الْجَنَّةُ»[24] ترجمہ: میرے ماموں جد بن قیس نے مجھے ان ستر لوگوں میں شامل کیا جو انصار کی طرف سے عقبہ کی رات نبی کریم ﷺ کی طرف بطور وفد گیا۔ تو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے چچا عباس بن عبد المطلب ہمارے پاس آئے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے چچا! اپنے ماموں لوگوں سے گفتگو کریں تو ستر لوگوں نے بیک زبان کہا: اے محمد ﷺ! اپنے رب کے لیے اور اپنے لیے سوال کریں جو آپ چاہتے ہیں؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں اپنے رب کے لیے تم سے سوال کرتا ہوں کہ تم اس اکیلے کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ اور جو میں اپنے لیے سوال کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ تم میرے دفاع کے لیے بھی ایسے ہی ہو گے جیسے تم اپنے دفاع کے لیے ہوتے ہو تو انہوں نے کہا کہ ہمارے لیے کیا ہو گا جب ہم ایسا کریں گے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے لیے جنت ہو گی۔

اس روایت کے مطابق اہلِ بیعتِ عقبہ ثانیہ نے توحید کے اقرار، کفر و شرک کے انکار اور ہر معاملہ میں اعانتِ رسول پر اجر کا سوال کیا تو ان کو جنت کی خوش خبری سنائی گئی۔ اس میں ہماری معاشرتی زندگی پر اثرات مرتب ہوئے ہیں کہ ہمیں بھی موحد ہی بننا چاہیے اور توحید کا اقرار کرنا چاہیے اور ہر مسئلہ میں اعانتِ رسول کا پہلو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیے کیونکہ اس پر جنت کی بشارت موجود ہے جو بہت بڑا اجر ہے۔

خلاصہ:

اس اہم عنوان پر تحقیق کے بعد درج ذیل نتائج اخذ ہوئے ہیں: بشارت کا لغوی و اصطلاحی معنیٰ و مفہوم معلوم ہوا ہے، سیرت نبوی کی روشنی میں صحابہ کرام کے بشارات کا باعث بننے والے افعال، اعمال اور احوال معلوم ہوئے ہیں جو درج ذیل ہیں: ہمیں معاشرتی طور پر احکامات دینیہ سے لگاؤ پیدا کرنا چاہیے اور سبقتِ اعمال کی کوشش کرنی چاہیے۔ ہمیں بطور انسان اپنے معاملات اور امور خود نمٹانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اقبالِ جرم کے بعد اقرارِ جرم اور پھر اس پر شرعی سزا اور حدود اللہ کا نفاذ ہمارے معاشرے کے اطمینان و سکون کے لیے بہت اہم ہے۔ انسان کے بارے معاشرے کی گواہی بہت اہم ہے۔ ہمیں اعمال کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے اور چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی ترجیحاً کرنا چاہیے۔ ہمیں حرام کے ارتکاب سے محفوظ رہنا چاہیے اور ہمیں حلال کو اختیار کرنا چاہیے۔ ہمیں بطور معاشرہ اور قوم دینِ اسلام کی سربلندی اور خدمت کے لیے پہنچنے والے مصائب و مشکلات پر صبر کرنا چاہیے۔ ہمیں نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کرنی چاہیے۔ ہم فقیری کی حالت میں بے فکر رہیں، کیوں کہ انہوں نے آخرت میں بہت کچھ حاصل کر لیا ہے اور انہوں نے امراء اور اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے جنت جانا ہے۔ ہمیں تعلیم دین، تبلیغ دین اور تعمیل دین کا شوق رکھنا چاہیے۔ ہمیں ہمسایوں سے حسن سلوک کرنا چاہیے۔ ہمیں بیٹیوں سے حسن سلوک کرنا چاہیے اور ان سے زندگی کے ہر لمحہ انس و محبت اور شفقت والا معاملہ

کرنا چاہیے۔ہمیں موحد بننا چاہیے اور ہر مسئلہ میں اعانتِ رسول کا پہلو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیے۔لہذا ہمیں ان اعمال اور احوال کو اختیار کرنے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ معاشرتی اصلاح کے پہلو عیاں ہو سکیں۔

---

[1]ابن درید ، محمد بن حسن، ابوبکر، جمہرۃ اللغۃ، دارالعلم ، بیروت، 1987ء، 311/1۔

[2]الازہری ، محمد بن احمد، ابو منصور، تہذیب اللغۃ، داراحیاء التراث، بیروت، 2001ء، 246/11۔

[3]الجوہری ، اسماعیل بن حماد، ابونصر، الصحاح تاج اللغۃ و صحاح العربیۃ، دارالعلم ، بیروت، 1987ء، 589/2۔

[4]ابن فارس، احمد بن فارس، ابو الحسین، معجم مقاییس اللغۃ،دارالفکر، بیروت، 1979ء، 251/1۔

[5]ابن منظور،محمد بن مکرم،لسان العرب، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 62/4۔

[6]فیروز آبادی، محمد بن یعقوب، ابو طاہر، القاموس المحیط، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 2005ء، 350/1۔

[7]الجرجانی، علی بن محمد، التعریفات، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 1983ء، 45/1۔

[8]التھانوی، محمد بن علی، موسوعۃ کشاف اصطلاحات الفنون و العلوم، مکتبہ لبنان، بیروت، 1996ء، 336/1۔

[9]صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب دخول طوائف المسلمین الجنۃ بغیر حساب،حدیث نمبر216۔

[10]المعجم الکبیر للطبرانی،حدیث نمبر7892۔

[11]صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب من اعترف علی نفسہ بالزنی،حدیث نمبر1695۔

[12]ایضا ،حدیث نمبر1696۔

[13]شعب الایمان للبیھقی،حدیث نمبر3988۔

[14]صحیح البخاری ، کتاب الجھاد، باب: عمل صالح قبل القتال،حدیث نمبر2808۔

[15]ایضا ، کتاب اللباس، باب مس الحریر من غیر لبس،حدیث نمبر5836۔

[16]مستدرک حاکم، کتاب المناقب، باب ذکر مناقب عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ،حدیث نمبر5646۔

[17]المنتخب لعبد بن حمید،حدیث نمبر1255۔

[18]سنن الترمذی، ابواب الزھد عن رسول اللہ ﷺ، باب فقراء المھاجرین ید خلون الجنۃ قبل اغنیا ئھم ،حدیث نمبر2351۔

[19]الحج 47:22۔

[20]سنن ابن ماجه، کتاب الزھد، باب منزلۃ الفقراء،حدیث نمبر4124۔

[21]صحیح البخاری ، کتاب الایمان ، باب اداء الخمس من الایمان ،حدیث نمبر53۔

[22]صحیح ابن حبان،حدیث نمبر5764۔

[23]صحیح مسلم، کتاب البروالصلۃ و الآداب، باب فضل الاحسان الی البنات،حدیث نمبر2630۔

[24] المعجم الصغیر للطبرانی ،حدیث نمبر1076۔